P. O. RGD No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے
سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۲	یکم مارچ سنہ ۱۹۵۳ع	ایڈیٹر- قاضی عبدالغفار	۱۴ جمادی الثانی ۱۳۷۲ ھجری	نمبر ۵

کچھ اپنی باتیں

ترقی پسند اہل قلم اور زبان کا مسئلہ

آئندہ ۶ مارچ کو کل ہند انجمن ترقی پسند مصنفین کا چھٹا سالانہ جلسہ دہلی میں شروع ہوگا اور ہمیں امید ہے کہ آنکے مباحث میں علاقائی زبانوں کا مسئلہ بھی نمایاں طور پر زیر بحث آئیگا اس لئے کہ وہ کئی حیثیتوں سے اس انجمن کے بنیادی مقاصد سے تعلق رکھتا ہے۔ یہہ سوال کہ بدلے ہوئے حالات میں ہندستان کا لسانی مستقبل کیا ہوگا عوامی کلچر اور تہذیب کی ترقی اور حفاظت کا سوال ہے جسکو ترقی پسند اہل قلم نظرانداز نہیں کرسکتے۔

علاقائی زبانوں کی آزادی اور ترقی کے متعلق انجمن کے مسلک اور اصول کو اگر ہم نے صحیح طور پر سمجھا ہے تو وہ یہہ ہے کہ ایک آزاد ہندستان میں تمام علاقائی زبانوں کو اپنی تہذیبی روایات کے ساتھہ ترقی کرنے کی پوری آزادی حاصل ہونی چاہئے اور جہاں اس آزادی میں رکاوٹیں پیدا کی جاتی ہوں وہاں ترقی پسند ادیبوں کے قلم کی پوری قوت ان رکاوٹوں کا بھرپور مقابلہ کرے۔

اس سلسلہ میں اردو زبان کا سوال بھی سامنے آتا ہے جو ہر حیثیت سے ایک علاقائی زبان ہے لیکن خاص طور پر اسی صوبہ میں وہ علاقائی زبان تسلیم نہیں کی گئی ہے جو اسکا وطن ہے۔ اس مسئلہ پر جو اخباری بحث جاری ہے اسکے متعلق ہمیں یہہ اندیشہ پیدا ہوگیا ہے کہ وہ زیادہ عالمانہ اور اکیڈمک بنتی جاتی ہے اور جسقدر زیادہ وہ اکیڈمک بنتی جاتی ہے اسی قدر حقایق سے دور ہوتی جاتی ہے۔ جب بحث اس طرح شروع ہوتی ہے کہ اردو زبان کب پیدا ہوئی کس طرح پیدا ہوئی دہلی اور آگرہ کے بازاروں میں پیدا ہوئی یا اس سے پہلے دکن میں اس نے جنم لیا مغلوں کے دربار کی سرپرستی نے اسے تقویت بخشی یا عوام کے میل جول سے وہ خود بخود پیدا ہوئی! اسکا سلسلہ نسب برج اور کھڑی بولی سے ملتا ہے یا وہ دکھنی کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے! ہندی سے اسکا کیا تعلق ہے یا یہہ دو مختلف زبانیں ہیں وغیرہ

وغیرہ تو لسانیات کی اس عالمانہ بحث میں بہت سے حاضر حقایق چھپ جاتے ہیں۔

اس وقت حقیقت پسندی کا نقطۂ نظر صرف یہی ہوسکتا ہے کہ اردو یا ہندستانی یا (جیسا کہ ہم دعوے کرتے ہیں) ہندی (فارسی رسم خط میں) بجائے خود ہندستان کی کوئی علاقائی زبان ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس علاقہ کی زبان ہے۔ ان لوگوں سے بحث کرنا تو عبث ہے جو شروع ہی سے یہہ دعوے لیکر کھڑے ہوئے ہیں کہ اردو ایک غیر ملکی زبان ہے اور ہندستان کی علاقائی زبانوں میں اس کا شمار ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن اگر اس حقیقت کو تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ اردو زبان ملکی زبان ہے وہ اسی ملک میں پیدا ہوئی اور اسی ملک کے عوام کے میل جول سے پیدا ہوئی اور اسی ملک کی بعض قدیم زبانوں کا خون اس کی رگوں میں دوڑ رہا ہے تو پھر یہہ طے کرنا چاہئے کہ یہہ علاقائی زبان کس علاقہ کی زبان ہے۔ یہہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس کی جانچ کے بہت سے طریقے ہمارے پاس ہیں۔ دہلی سے بہار تک لسانیات کے ماہرین کا ایک کمیشن دورہ کر کے دیکھہ لے کہ کتنی آبادی کی مادری زبان اردو ہے اور دہلی، اتر پردیش، بہار وغیرہ میں کتنی آبادی اسے بولتی اور لکھتی پڑھتی ہے۔ اس بات کی جانچ کرنا تو بہت ہی آسان کام ہے پھر یہہ کیا ہے کہ تاریخی اور علمی بحثیں کو دور دور تک الجھی چلی جاتی ہیں لیکن نتیجہ کچھہ نہیں نکلتا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ترقی پسند اہل قلم کی جماعت (جسکے ایک گوشہ میں یہہ الجھاؤ پیدا ہونے لگا ہے) سب سے پہلے صاف طور پر اس بات کا فیصلہ کرلے کہ

اردو کوئی علاقائی زبان ہے یا نہیں!

اور ہے تو کس علاقے کی زبان ہے؟

اس بنیادی فیصلے کے بعد باقی تمام امور کا فیصلہ کرنا بہت آسان ہوجاتا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اردو زبان کے ترقی پسند ادیب جو اس کل ہند انجمن میں شریک ہیں انجمن سے مندرجہ بالا تنقیح کا فیصلہ کرا کے پھر اسکے سامنے ان رکاوٹوں کی تفصیل کے ساتھہ پیش کرینگے جو خاص طور پر اتر پردیش میں اس علاقائی زبان کی آزادی اور ترقی کی راہ میں پیدا کی جارہی ہیں اور انجمن کے اس مطالبہ کی پوری پوری تائید کرائینگے کہ اتر پردیش میں اردو زبان کو علاقائی زبان تسلیم کیا جائے۔ یہہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ علاقائی زبان تسلیم کرنے کے معنے کیا ہیں اسکا جواب صاف ہے یہ۔

(۱) علاقائی زبان کی تعلیم مدارس میں لازماً دی جائے۔

(۲) مادری زبان کی حیثیت سے اس زبان کو ابتدائی مدارس میں چھوٹے بچوں کے لئے ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔

(۳) سرکاری دفاتر اور عدالتوں میں علاقائی زبان کی حیثیت وہی ہو جو سرکاری زبان کی ہے۔

(۴) تمام سرکاری رودادیں، اعلانات، گزٹ، قوانین وغیرہ علاقائی زبان میں شایع کئے جائیں۔

(۵) اس قانون میں ترمیم کی جائے جو ریاست کی زبان کا تعین کرنے کے لئے اتر پردیش کی اسمبلی نے منظور کیا ہے۔ اور اس میں اردو کا بحیثیت علاقائی زبان کے اسی طرح ذکر کیا جائے جس طرح مدھیہ پردیش کے قانون میں ہندی کے ساتھہ مرہٹی زبان کا کیا گیا ہے۔

ترقی پسند اہل قلم کے سامنے اردو زبان کا مسئلہ بالکل صاف اور سیدھے طریقے پر آنا چاہیئے اور ان کے مباحث کو اس جذباتی تنگ نظری سے متاثر نہ ہونا چاہیئے جس نے اتر پردیش کی حکومت اور اسکے نیتاؤں کے حلقوں میں پرورش پائی ہے جو اپنی ہی رنگین عینک سے ہر مسئلہ کو دیکھتے ہیں اور جن کی نظر میں ملک کی آزادی اور قومی تہذیب کا

تصور ترقی پسندوں کے تصور سے بالکل مختلف ہے۔

ہلکے ہلکے اشارے

—— پارلیمنٹ کے اجلاس میں مہاسبھا کے صدر مسٹر چڑجی نے جموں میں پرجاپرشد کی فتنہ انگیزی کی پر زور تائید کرتے ہوئے ایک یہ کی بات یہ بھی فرمائی کہ کشمیر کی موجودہ حکومت کے قائم ہونے سے پہلے ہندی کو جموں میں ایک معزز مقام حاصل تھا لیکن اب اسے پیچھے ڈالدیا گیا ہے اور اردو کو سرکاری زبان بنا دیا گیا ہے۔

—— لطف کی بات یہ ہے کہ اجکل ہر تماشے میں سے یہ بلی کہیں نہ کہیں ضرور برآمد ہوتی ہے!—— ہندی کی جگر شگاف مظلومیت اور اردو کا جابرانہ تسلط!—— اب یہ تو کشمیر والے ہی بتا سکیں گے کہ کشمیر میں ہندی پر کیا ظلم ہوا اور اردو کب سرکاری زبان بنی لیکن ہم نے تو صرف اس بات سے لطف حاصل کیا کہ کوئی بھی فتنہ کہیں کھڑا ہو جائے' اردو کا نام درمیان میں ضرور آجاتا ہے۔

جب کوئی فتنہ زمانہ میں نیا اٹھتا ہے
وہ اشارے سے بتا دیتے ہیں تربت میری!

—— بعض ڈاکٹروں اور طبیبوں کے متعلق مشہور ہو جاتا ہے کہ وہ کسی ایک مرض پر بہت زور دینے لگتے ہیں۔ مثلاً دانتوں کا مرض' پایریا یا جگر۔ اب اگر ملیریا کا کوئی مریض وہ دیکھتے ہیں تو اپنی تشخیص کے ساتھ یہ ضرور فرما دیتے ہیں کہ ملیریا کے ساتھ جگر بھی شامل ہے۔ یا پیچش ہو یا پریا بھی شامل ہے! کوئی مرض جگر یا پایریا کے اس سے بڑھ جانے سے بچ نہیں سکتا! بالکل اسی طرح جموں کے فرقہ پرستوں کی تحریک میں یہ محسوس ہو گیا کہ اسمیں اردو کا مسئلہ بھی شامل ہے!

——

—— لندن ۔ ۹ فروری ایشیائی و افریقی علوم کے اسکول میں ۳۰ ممالک کے طلباء تعلیم پا رہے ہیں۔ ان میں ہند کے ۴۰ پاکستان کے ۱۰ اور سیلون کے ۲ طالب علم اعلی ڈگریاں حاصل کرنے کی خاطر مطالعہ میں مشغول ہیں۔ اسکول کی سالانہ رپورٹ بابت گذشتہ درسی سال میں بتایا گیا ہے کہ ۱۲۳ طلبا نے ہندوستان' پاکستان اور سیلون کے متعلق مضامین پڑھے ان میں ۱۸ نے ہندی ۲۲ نے اردو ایک نے ہندوستانی آرٹ اور آثار قدیمہ' ۱۹ نے ہندوستانی موسیقی نو نے ہندوستانی فلسفہ' پانچ نے سنہالی زبان اور پانچ نے ٹامل زبان کا مطالعہ کیا۔ (پ۔ا۔س)

—— یہ اردو والے نوجوان کیا حماقت کر رہے ہیں کہ لندن میں بیٹھ کر بھی اردو میں مضمون لکھتے ہیں!—— کیا انہیں معلوم نہیں کہ اس نام کی کوئی زبان ملک ہندستان میں موجود نہیں —— یقین نہ آئے تو ہم اپنے وزرائے کرام کے اقوال کی سند پیش کرسکتے ہیں!!

——

—— سنا آپ نے؟ ہماری نئی قومی زبان کا ایک لفظ "شرم دان" ہے —— بروزن اگالدان پاندان نمک دان وغیرہ۔

ایک شہر کے میونسپل چیرمین نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ "بھائیو سب مل کر شرم دان کرو"۔ یعنی شرم بمعنی محنت اور دان بمعنی خیرات! ماشاء اللہ یہ لفظ فارسی سے اتنے ملتے جلتے ہیں کہ اگر نہ استعمال کئے جائیں تو بہتر ہے۔ انمیں بو آتی ہے!

——

—— ہمارے بھی ہیں مہربان کیسے کیسے!
ایک دوست کا حسب ذیل مکتوب وصول ہوا ہے:-

آپکا موقر اخبار "ہماری زبان" جو کہ ناظر صاحب امور عامہ قادیان کے نام موصول ہوتا ہے خاکسار بھی اسکا مطالعہ کرتا ہے۔ اور آپکی گرانقدر خدمات کا دل سے مداح ہے۔ جو آپ اردو زبان کی ترقی کے لئے سرانجام دے رہے ہیں۔ لیکن اس تعلق میں یہ بات ضرور عرض کرونگا۔ کہ اردو زبان کو ہر دلعزیز

بنانے کے لئے موجودہ رسم الخط سردست ترک کرتے ہوئے صاف اردو میں پرچہ چھپوایا جائے۔ کیونکہ اول تو موجودہ رسم الخط غیر اقوام کے علاوہ مسلم عوام بھی بآسانی نہیں سمجھ سکتے۔ دوم چونکہ اغیار اسوقت اردو زبان کے ختم کرنے کے درپے ہیں اس لئے ہمیں وقت کی نزاکت کا جائزہ لیتے ہوئے حکمت سے کام لینا چاہئیے اور اردو زبان کے عربی رسم الخط کو صرف اس وجہ سے سردست چھوڑ دینا چاہئیے کہ اسکے متعلق اغیار کو غلط فہمی پیدا کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ اس لئیے اگر ہم اپنے خیالات کو سلجھی ہوئی اردو اور صاف رسم الخط میں پیش کر سکیں تو بطریق احسن ہمارے مقاصد پورے ہوسکتے ہیں۔ اور یہہ پرچہ اغیار میں بھی ہر دلعزیز ہوسکتا ہے۔ امید ہے کہ آپ حالات کے تقاضے پوری طرح سمجھتے ہونگے۔

دعا ہے اللہ آپکی کوششوں کو بار آور کرے اور ہر حال میں آپکا حافظ و ناصر ہو۔

—"سلجھی ہوئی اردو" کے ساتھہ "صاف رسم الخط" کا اشارہ کافی سلجھا ہوا نہیں ہے۔ ہمارے مہربان کچھہ فرمانا چاہتے ہیں مگر صاف نہیں فرماتے۔ ہم صرف اسی قدر عرض کرینگے کہ ابھی انہوں نے رسم الخط کے مسئلہ پر کافی غور نہیں فرمایا ہے اور "اغیار" میں ہمارے پرچہ کو ہر دلعزیز بنانے کی فکر انہیں بہت دور اندھیرے میں لیے گئی ہے!

—یہاں دوستداروں کا حال یہہ ہے کہ "ہماری زبان" کو بند کرنے کی تیاریاں کی جارہی ہیں تو اب ہم "اغیار" میں "ہر دلعزیزی" کی خاطر اپنا دماغ کیوں مہکائیں۔ اس دوعملی کا وہ حال ہوجائیگا کہ

نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے!

—یہہ خبر حیدرآباد سے چلی ہے (معلوم نہیں کہاں تک صحیح ہے) کہ

ہند کی وزارت قانون نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ مرکزی حکومت عام اہمیت کے جتنے بھی قوانین نافذ کرے گی حکومت حیدرآباد کے محکمہ قانون کی جانب سے ان کا سب قوانین کا اردو میں ترجمہ ہوگا۔

—شاید ٹنڈن جی اس خبر کی صحت یا عدم صحت کے متعلق کوئی بیان دے سکیں!

ترقی پسند اہل قلم کی کانفرنس کے موقعہ پر ساتھیوں کے غور و فکر کے لئے ایک اہم سوال

از جناب ٹینک جیت صاحب 'نول پوری'

آج جس ہندی کو عوام کے سر منڈھا جارہا ہے۔ اسکی شناخت مشکل ہے' یقین نہیں ہوتا کہ یہہ وہی ہندی ہے جس کے پودے کو بھارتیندو بابو اور بابو بال مکند گپت نے سینچا تھا اور جسکی شاخوں پر 'نرالا' سنتے پرمل' سے خوبصورت پھول کھلائے تھے اور 'کبکا' کے نغمے برسائے تھے۔

اعتبار نہیں ہوتا کہ یہہ وہی ہندی ہے جس میں پریم چند نے ملک کے دل کی دھڑکنیں پوری نہیں جسے عظیم ترین شاعروں نے سنوارا' نکھارا اور طاقتور بنایا تھا۔ اس بے ڈول' بے جان اور بدصورت مٹی کی مورت کے ماتھے پر' ہندی' کا بلا چپکا ہوا دیکھہ کر بڑا درد ہوتا ہے۔

ہندی کو بگاڑنے کے اس بدترین گناہ کی ذمہ داری انہیں لوگوں پر ہے جو عوام کی دوسری مصیبتوں کے بھی ذمہ دار ہیں۔ مجرم نمبر ۱ حکومت ہند ہے۔

تعلیم و تمدن کے حلقے میں بھی اقتصادیات اور سیاسیات کی طرح رجعت پسندوں نے اس کو اپنے مفاد کا ایک ذریعہ بنالیا ہے۔ یہہ طاقتیں پرانی عوام دشمن طاقتیں ہیں۔ سامراجی' سامراج پرست' سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ طاقتیں۔ تعلیمی اور تمدنی حلقے میں ان کا صرف یہی مقصد ہے کہ عوام

کی طبعی صلاحیتوں کو بڑھنے نہ دیا جائے اور انہیں جہالت کے غار ہی میں قید رکھا جائے ورنہ واریت کا زہر پھیلایا جائے اور خود غرض حکمرانوں کا ایک ایسا طبقہ تیار کیا جائے جو عوام سے اتنا ہی دور ہو جتنی دور انگریز تھے

چور دروازے:-

چونکہ وہ جانتے ہیں کہ عوام ان کے یہ ارادے کبھی پورے نہ ہونے دیں گے۔ اس لئے وہ چور دروازوں سے داخل ہو کر اپنا مطلب پورا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ چور دروازے کون کون سے ہیں۔ ایک تو یہ کہ چونکہ عوام انگریزی حکومت سے نفرت کرنے لگے تھے اس لئے انگریزی کو ہٹانے کا شور مچاؤ اور اسی شور و غل میں ہندی کے قالب میں ایک نئی انگریزی کھڑی کر لو تاکہ لوگ چکمے میں آ جائیں۔

دوسرا یہ کہ چونکہ عوام علم و سائنس کو مفید تر بنانے کا حق طلب کرتے ہیں اس لئے اصطلاحات کی آڑ لیکر ہندی زبان کی سلاست و روانی کو سلب کر کے عام فہم الفاظ نکال باہر کر دو۔ ہندی اردو کی درمیانی خندق اور چوڑی کر دو، فرقہ پرستی کا زہر پھیلاؤ، ہندی علاقوں کی ملی جلی تہذیب کو پیدا ہی نہ ہونے دو، پھوٹ ڈالو اور پھوٹ کھاؤ۔

تیسرا یہ کہ ملک میں کل ہند اتحاد کی جو ایک تندرست جذبہ ہے، آڑ لیکر ہندی کو تمام ملک کی واحد زبان کی شکل میں پیش کرنا اور اس بہانے ہندی کو ان ہندستانیوں سے بھی چھین لینا جن کے کام وہ آ رہی ہے۔

سنسکرت کا چشمہ ایک فریب:-

موجودہ نئی ہندی کے حامیوں کا دعوی ہے کہ سنسکرت کے چشمے سے نئے نئے لفظ لیکر ہندی کو دولت مند بنایا جا رہا ہے لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے۔ آپ اپنشدوں کی سنسکرت اور کالی داس، بھاروی، نیشد اور ماگھ کی اصل نظمیں

آسانی سے سمجھ لینے والوں کو بھی آج کل کی سرکاری ہندی سمجھنے میں دشواری ہو رہی ہے۔ میاں مٹھو بن نہ سمجھا جائے میں خود اس کی ایک مثال ہوں۔

سرکاری ملازمین جو کافی پڑھے لکھے اور سمجھدار ہیں انہوں نے بھی متعدد بار کھلے خزانے کہا ہے وہ کہ آج کل کی ہندی کا اصل مطلب انگریزی ترجمے کے ذریعے ہی سمجھ پاتے ہیں۔

اس بات پر کوئی کسی سے نہیں جھگڑے گا کہ ضرورت کے الفاظ تم سنسکرت کے خزانے سے کیوں لاتے ہو وہ خزانہ ہمارا اپنا ہے اور اس پر ہمیں فخر ہے لیکن آج کی ہندی کی تقدیر بنانے والے اندھے شائق ہندی کے بیاہ کے لئے یورپ کا گیت مانگ لاتے ہیں۔

اس مضمون کے لئے نوٹ لینے بیٹھا تو سر چکرا گیا۔ حکومت ہند کی طرف سے شائع شدہ کل چار کتابیں اٹھائی تھیں (۱) بھارت کا سم ودھان۔ (۲) پانچ ورشیہ یوجنا (سن چھپن پری چے) (۳) پرتھم پانچ ورشیہ یوجنا کی روپ ریکھا کا پرا روپ اور (۴) کوئلہ کھان شرم جن منگل فنڈ۔

کتابیں چھوٹی چھوٹی ہیں مگر پھر بھی قابل اعتراض لفظوں، فقروں، جملوں اور عبارتوں کی اتنی لمبی فہرست تیار ہو گئی کہ اگر انہیں چھاپا جائے تو 'جن یگ' کا پورا شمارہ اسی کی نذر ہو جائے۔

یہ سنسکرت نما الفاظ انگریزی کی دوغلی اولاد ہیں۔

صرف 'سم ودھان' ہی میں کوفت پیدا کرنے والے الفاظ اتنے ہیں کہ آدمی بد حواس ہو جائے۔ آپ اوب نہ جائیں اس لئے صرف الف مفتوح سے شروع ہونے والے الفاظ میں سے نمونتاً چند پیش کرنے پر بس کرونگا۔

'قانون' جیسے سیدھے سادے اور عام فہم لفظ کے بدلے اس کتاب میں "آدھی نیمن" (अधि नियमन) کا استعمال کیا گیا ہے۔

اسی طرح 'فاضل رقم' کے لئے 'آدھی بھار' (अधिभार)
'ترجیح' کے لئے 'آدھی مان' (अधिमान)
'نوٹس' کے لئے 'آدھی سوچنا' अधिसूचना
'معائنہ کرنے والے' کے لئے 'آدھیک بھک' (परीक्षक)
'صدارت کرنے کے لئے 'آدھیا سین ہونا' अध्यासीन होना
'دائرہ حکومت' کے لئے 'ایبہ جیہو آدھی کار' (अनन्यक्ष अधिकार)
'ناقابلیت' کے لئے 'آنرھتا' अनर्हता
'مطابق کرنا' کے لئے 'انوکرن' (अनर्हीकरण)
'لائسنس' کے لئے 'انگیا کپتی' अनुज्ञप्ति
'حمایت' کے لئے 'آنوشکتی' अनुषक्ति
'ابتدا یا شروعات' کے لئے 'آنوشٹھان' (अनुष्ठान)
'یاددہانی' کے لئے 'انوسمارک' (अनुस्मारक)
'الجھانا' یا پھانسنا' کے لئے 'انترگرسن' (अंतर्ग्रसन)
'پرایا بنانے کے لئے 'اینہ سن کرامن' (अन्यसंक्रामण)
'جرمانہ' کے لئے 'ارتھ دنڈ' अर्थदंड
'حافظہ' کے لئے 'آپ درج' (अपवर्ज)
'لاگو نہ ہونا' کے لئے 'آپ ورت' अपवृत्त
'الزام لگانا' کے لئے 'آپ کتھن' अपकथन
'ایجنسی' کے لئے 'آبھی کرن' अभिकरण
'مانگ یا طلب' کے لئے 'ابھی یاچنا' (अभियाचना)
'مقصد یا مطلب' کے لئے 'ابھی پرائے' अभिप्राय)
'سزایاب' کے لئے 'ابھی شست' अभिशस्त)
'رواج' کے لئے 'ابھی سمے' अभिसमय)
'امیدوار' کے لئے 'ابھیہ برتھی' अभ्यर्थी
'غلط اثر' کے لئے 'اپھمت پربھاؤ' (अयुक्तप्रभाव
'بے قدری' کے لئے 'آپی کرن' अल्पीकरण
'تصدیق کرنا' کے لئے 'انکت کرنا' (अंकित करना)

ہندی کے نئے منی آرڈر فارم کے کچھ فقرے ملاحظہ ہوں

'نشی کا سن کا لک روپیہ پرش آینا کار مدرانک' (निष्कासन कालिक कण्य ग्रंथ आयताकार मुद्रांक
'وایو واھک نیل لیپ پتر' वायुवाहक नील लेप पत्र)
'راشی پردان' (रशिप्रदान
'راشی پراپتی کرتا اور نکا ھو' रशिप्राप्ति कर्त्ता आवश्यकहो
'پرشٹھی بھاگ پر نردیشت راشی پراپت کی تتھی' (पृष्ठ भाग पर निर्देशित राशि प्राप्त की तिथि
'نش کرتی آپرانت روپیہ پرش آنے کار مدرانک' (निष्कृति-उपरांत कण्य ग्रंथ आयताकार मुद्रांक)
'نردیشانسار نردشٹ استھان پر' (निर्देशानुसार निर्दिष्ट स्थान पर)
'نش کرتی کاریالے دنانک مدرانک' निष्कृति कार्यालय दिनांक मुद्रांक
'پراپتی سوی کرتی پتر' (प्राप्ति स्वीकृति पत्र)

وغیرہ وغیرہ

بھیجنا - ڈاک گھر - مہر - رقم - پتہ - بابا - پردہ نشین وغیرہ وہ الفاظ ہیں جنہیں لوگ روزمرہ بولتے اور لکھتے ہیں یہ سب اچھوت ہو گئے - اس کا سبب یہ ہے کہ سنسکرت کی دہائی دینے والے ہمارے لیڈر سنسکرت میں نہیں بلکہ اپنے مای باپ کی زبان (انگریزی) میں سوچتے ہیں - لیکن وہ جان گئے ہیں کہ ملک کے عوام اب انگریزی زبان کی حکومت برداشت نہیں کر سکتے اسلئے وہ اس سوچنے کو ایک ایسی زبان کا جامہ پہناتے ہیں جو عوام سے اتنی ہی دور ہو جتنی دور انگریزی ہے -

انگریزیت کا بھوت

ہم انگریزی کی حکومت نہیں چاہتے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس زبان سے ہماری کوئی دشمنی ہو - علم و حکمت کے جو بیش قیمت خزانے انگریزی میں ہیں انہیں حاصل کرنے اور اپنانے میں ہمیں کوئی جھجھاہٹ نہ ہوگی لیکن اپنانے کا مطلب ہوگا! آسے ہندستانیوں کے لئے ہندستانی زبان میں ڈھال کر آسان اور قابل فہم بنانا اور کارآمد وہ جبھی بن سکتی ہے جب ترجمے کی زبان کے الفاظ بالکل سیدھے سادے اور عام فہم ہوں -

ڈھائی سو برس کی انگریزی حکومت نے ہماری زبان پر بھی انگریزی کا گہرا اثر چھوڑا ہے۔ انگریزی کے خیالات وجذبات میں بہت سے ایسے بھی ہیں جن سے ہماری زبانیں مستفید ہوئی ہیں۔ لیکن زیادہ تر ایسے ہیں جن سے ہماری زبانوں کی شکل بگڑی ہے۔ ان میں بدنما انگریزیت ہی آگئی ہے۔ ہندی میں بھی ایسی بدنما انگریزیت خوب آئی ہے۔ ہندی کی محبت کا تقاضا ہے کہ اس بدنما داغ کو مٹایا جائے۔ ہندی کے لفظوں، محاوروں، ترکیبوں اور خیالات وغیرہ پر انگریزیت کا جو برا اثر پہلے سے پڑ چکا ہے اسے دور کر کے ہی ہندی کو عوام کے نزدیک لایا جا سکتا ہے۔ لیکن آج جنتا کے سر پر عوام دشمن حکمران جمے بیٹھے ہیں یہی وجہ ہے کہ جو ہونا چاہئے تھا اس کا بالکل الٹا ہو رہا ہے

سنسکرت کے الفاظ ہندی میں ٹھونسے جا رہے ہیں جو (۱) ہندی کی صحیح شکل نہیں ہیں جیسے 'ادھی کرن' (अधिकरण) 'دویشٹ پریشد' (कण्य ग्रंथ) 'ابھی سمے' (अभि समय) 'انوشکتی' (अनुशक्ति) وغیرہ۔

(۲) جن کا مطلب ہندی قواعد کے مطابق کچھ اور ہی ہو سکتا ہے جیسے 'ابھی پرائے' (अभिप्राय) 'انکت' (अंकित) 'انشٹھان' (अनुष्ठान) 'انوکولن' (अनुकूलन) وغیرہ۔

(۳) جو ہندی کی زبان کی خراد پر چڑھ کر اور کے اور ہو سکتے ہیں اور معنی میں گڑبڑ پیدا کر سکتے ہیں 'آورن' کا (आवरणिका) 'ابھی سمے' (अभिसमय) 'انوشکتی' (अनुशक्ति) وغیرہ۔

(۴) جن کے ہم معنی پراکرت، سنسکرت، فارسی، عربی اور انگریزی وغیرہ کے الفاظ موجود ہیں جیسے 'آدھی نیمن' (अधिनियमन) 'انس مارک' (अनुस्मारक) 'انتر گمن' (अंतर्गमन) 'ابھیرتی' 'ابھی کرن' (अभिकरण) وغیرہ

(۵) جو اصول لغت کے اعتبار سے غلط یا بھونڈے ہیں جیسے 'انیہ چھترا دھی کار' (अनन्य) 'ارتھ دنڈ' (अर्थदंड) 'ادھی کرن' (स्वाधिकार) (अन्वीकरण) 'آورن کا' (आवरणिका) 'پراپتی کرتا' (प्रापक) وغیرہ۔

ان نئے لفظوں میں اصول صرف ونحو، اصول لفظ اور اصول لغات وغیرہ کے نقطہ نظر سے اور بھی بہت سی خامیاں ہیں۔ مثالیں دی جائیں تو مضمون کی ضخامت حد سے متجاوز ہو جائے۔

ہندی کو حکمرانوں کی کٹھ بولی مت بننے دو!

لیکن اصل سوال یہ نہیں ہے کہ یہ لفظ غلط ہیں یا ان کے گھڑنے والے علم لسانیات کے ماہر نہیں ہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ ان الفاظ کی بھرمار ہندی کو ہندی نہیں رہنے دیتی۔ ہندی کو جنتا سے دور دور لئے جاتی ہے اس کے حسن اور قوت بیان کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے اور اسے حکمران طبقے کے ایک محدود حلقے کی بے ڈھنگی زبان بنا دیتی ہے۔

جو ہندی کے پریمی ٹنڈن وادی تبلیغ کے دھوکے میں آگئے ہیں اور یہ سمجھ کر خوش ہو رہے ہیں کہ یہ حملہ اردو پر ہے وہ مغالطے میں ہیں۔ اگر یہی رفتار رہی اور ان ہندی کے پوشیدہ دشمنوں کی چال کامیاب ہو گئی تو ہمارے یہ بھولے بھالے اور سیدھے سادے ہندی کے فدائی کچھ ہی دنوں بعد سر پکڑ کر روئیں گے کہ ہائے ہندی کہاں گئی۔ مگر تب تک یہ ٹڈی ہندی کی ساری کھیتی چاٹ چکی ہو گی اور کل ہند ہندی کے نام پر 'کالے گورے صاحبوں' (آئی اے ایس ون) کی ہندی جنتا کی ہندی کی قبر پر ٹانگیں پسارے آرام فرما رہی ہو گی۔

لیکن وہ کامیاب نہیں ہونگے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ عوام کی ہندی کی ترقی روک دیں لیکن 'صاحبی ہندی' کو عوام سے منوا نہیں سکتے زیادہ سے زیادہ یہ نقلی زبان 'کٹھ بولی' ہی بن کر رہ جائے گی۔

اصطلاحی الفاظ کے پردے میں یہ مضحکہ انگیزی قطعی غیر ضروری ہے۔ آونہ ہی کھوڑی والے کورل والکر بنتھی 'پنڈتوں' کے پیچھے کروڑوں روپیہ پھونکنے کے بجائے اگر ہم

واقعی محبِ وطن اور جمہوریت پسند علماء کے ذمے اصطلاحی الفاظ کی ترتیب و تہذیب کا کام سونپ دیں تو یقیناً کھیتوں، کھلیانوں، گاؤں اور کارخانوں سے لاکھوں دیسی الفاظ نکل آئیں گے جنہیں ہندی ساخت کا خیال رکھتے ہوئے مختلف علوم وفنون کا اصطلاحی جامہ پہنایا جا سکتا ہے۔

مجھے یاد ہے ایک بار نرالا جی نے کہا تھا کہ گھوروں پر لاکھوں محاورے پڑے ہیں ادیبوں کا کام انہیں چن چن کر ہندستانی کے خزانے کو بھرنا ہے۔ اصطلاحی الفاظ کی تلاش میں بھی ہمیں ان ہی گھوروں کی خاک چھاننی چاہئے۔ جب ہی علوم و فنون عوام کے لئے کارآمد بنائے جا سکیں گے ورنہ انگریزی چھوڑ کر ہندی کو اپنانا ملک کی دولت پھونک کر ملک کی جمہوری صلاحیتوں کو جھلسانے ہی کا دوسرا نام ہوگا۔

الفاظ ہی پر بس نہیں

الفاظ ہی پر بس نہیں ہو جاتا۔ انگریزیات کے بارے کچلے اور پچکے ہوئے بھدے فقرے اور جملے بھی ہندی کو اتنا ہی بےگانہ بنا رہے ہیں۔ 'پنچ ورشیہ یوجنا سنی چھپت پری چر' کے ۶۸ ویں صفحے پر 'کن چت ہیں آرتھ پرتی بندھن' (किंचित हितार्थ प्रति बंधन) جیسے فقرے ہی نہیں، نیچے لکھی ہوئی عبارت بھی دیکھئے — "پکشن کا کتھن ہے کہ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بدی بھارت کو اس گتی سے آشی کرنی ہے جس سے یہاں کے رہنے والے کروڑوں نواسیوں کے جیون کے ماپ دنڈ اونچا اٹھے اور ساتھ ہی ان پر کوئی ایسا دباؤ نہ پڑے جس سے وہ کشٹ یا اتوشاس کی ایسی کٹھن کا انو بھو کریں لیکن جو پرجا تنترا تمک سنستھاؤں کے وکاس کو خطرے میں ڈال دیوے تو کچھ ورشوں تک ہمیں ایک چھا کرت آدھک آت دشیوں سے سہانے لینی ہوگی۔"

یہ عبارت ہندی دشمن الفاظ سے تو بچ گئی ہے لیکن انگریزی ترکیبوں اور انگریزی فقروں نے اس کے ہندی پن کا گلا گھونٹ دیا ہے اور یہ حال آج کل کی صاحبی اور سرکاری ہندی کی سو میں اسی عبارتوں اور جملوں کا ہے۔ انگریزیت میں ڈوبے ہوئے گاندھی وادی حکمرانوں اور ڈاکٹر رگھوبیر جیسے ان کے کول دالکرشی پنڈتوں کے خلاف لڑ کر ہندی کی حفاظت کرنا ترقی پسند اہل قلم کی تحریک کا ضروری فرض ہے۔

اس سلسلے میں ہمیں

- اخبارات و رسائل میں آسان ہندی لکھنے اور صاحبی اور رگھوبیری ہندی کی مخالفت کرنے کی تحریک شروع کرنی ہوگی
- آسان زبان، تدبھو الفاظ (وہ الفاظ جو سنسکرت کے ہیں لیکن جن کی شکل بدل گئی ہے اور ہندی میں مل گئے ہیں) اور ہندی ترکیبوں سے بنے ہوئے جملوں میں ادب، فن اور سائنس کی بہترین تصانیف تیار کرنے کی متحدہ کوشش کرنی ہوگی
- کونسلوں اور اسمبلیوں میں ہندی کی ہمدردی کو مٹانے کی کوشش کرنے والوں کے خلاف آواز بلند کرنی ہوگی
- عام جنتا کو سرکار کے اس ہندی دشمن رویے سے روشناس کرانا ہوگا اور اس کے دور رس برباد کن نتائج سے آگاہ کرنا ہوگا

(منقول از اخبار جن یگ)

۲۰ جنوری ۱۹۵۳ع

انجمن کی خبریں

دہلی | ۲۲ فروری سنہ ۱۹۵۳ع کو انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ دہلی نے یوم غالب پوری شان و شوکت سے منایا۔ اڑھائی بجے دوپہر دہلی کے تمام شعرا اور ادبا نے مزار غالب پر پھول چڑھائے اور اس کے بعد بزم مقالات ساڑھے تین بجے سے ڈاکٹر سید محمود ممبر پارلمینٹ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔

حضرت خواجہ حسن نظامی | حضرت خواجہ حسن نظامی نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ غالب صرف شاعر ہی نہیں تھے ہندو مسلم اتحاد کے بہت بڑے علمبردار بھی تھے اور صحیح معنوں میں انسان تھے۔ جناب بالمکند عرش ملسیانی نے مدلل تقریر فرمائی، جسکا عنوان تھا۔ "غالب اپنے خطوط کے آئینے میں" اس کے بعد پروفیسر محمد اجمل خاں صاحب نے اپنی تقریر میں غالب کے اشعار پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ غالب نے اپنی شاعری میں محض گل و بلبل اور زلف و رخ کی باتیں نہیں کیں، بلکہ اردو کو انداز بیان کے انوکھے رنگ عطا کیئے کہ اردو شاعری مرزا کی بدولت اس اونچی سطح پر پہنچ گئی جس کا مقابلہ ہندوستان کی اور زبانیں نہیں کر سکتیں۔ اس کے بعد بیگم انیس قدوائی نے غالب کی زندگی کا نقشہ خود ان کے اشعار میں نہایت دلنشین پیرائے میں پیش کیا آخر میں شریمتی ساوتری نیگم ممبر پارلمینٹ نے غالب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے ہمیں بڑی خوشی ہے کہ حکومت ہند حضرت غالب کے مزار کو جلد بنوانے کا ارادہ کر رہی ہے۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ حکومت جلد ہی یہہ کام انجام دیگی تاکہ ہمارے ملک کے سب سے بڑے شاعر کا مزار اس کے شایان شان بن جائے۔ بڑی خواہش ہے کہ ایک لائبریری بھی بنائی جائے جہاں غالب کے علاوہ اردو کے بہترین شعرا کا کلام موجود ہو اور ریسرچ کرنے والوں کو تمام آسانیاں میسر ہوں۔

ڈاکٹر سید محمود | ڈاکٹر سید محمود صاحب نے خطبۂ صدارت میں فرمایا کہ اردو زبان کی موجودہ صورت بنانے میں حضرت غالب کا بہت بڑا حصہ ہے۔ انہوں نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا کہ آج زبان کا جھگڑا خواہ مخواہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور کچھہ حلقوں کی طرف سے اردو زبان کو مٹانے کی مذموم کوششیں ہو رہی ہیں حالانکہ اردو نے ہندوستان کے قومی جذبات کو ابھارنے اور عوام میں آزادی کی اسپرٹ پیدا کرنے میں کافی حصہ لیا ہے۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مرزا کے بہت سے اشعار ایسے ہیں، جن سے اس زمانے کے ان جذبات کا پتہ چلتا ہے جو اس وقت برطانوی سلطنت کے خلاف موجود تھے، یہہ دوسری بات ہے کہ غالب نے حالات کی مجبوری کی بنا پر ان کا اظہار نہیں کیا۔ ان کا لکھا ہوا غدر کا مرثیہ اس کا ثبوت ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے سنہ ۱۹۲۱ع کے ایک واقعہ کا ذکر کیا، جس کا تعلق ان کی اپنی ذات سے تھا، آپ نے کہا۔ کہ اس زمانے میں مجھے ایک باغیانہ تقریر کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔ اس زمانے میں ہم اپنی طرف سے صفائی پیش نہیں کرتے تھے۔ البتہ تحریری طور پر بیان دے دیتے تھے۔ میں نے بیان کے آخر میں یہہ دو اشعار لکھہ دیئے۔

گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی
یہہ جنون عشق کے انداز چھٹ جائینگے کیا
خانہ زاد زلف ہیں، زنجیر سے بھاگینگے کیوں
ہیں، گرفتار وفا زندان سے گھبرائینگے کیا

مجسٹریٹ نے جو یوروپین تھا ان اشعار کا مطلب پوچھا جب اسے ان اشعار کا مطلب بتایا گیا تو اس نے میری طرف مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ جتنی سزا تمہیں تقریر پر دی جائے اس سے دگنی ان اشعار پر ہونی چاہیئے۔ مرزا نے کچھہ قصائد ضرور لکھے لیکن بے جا مدح سرائی ان کا موضوع نہ تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ تحریک عدم تعاون کے بعد سے آج تک اردو زبان قومی خدمت کر رہی ہے اور ہمیں یقین

ہے کہ وہ مٹ نہیں سکتی۔ اور نہ آپ سے مٹایا جا سکتا ہے۔ آخر میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ علامہ کیفی صدر انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ دہلی کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔ وہ بہت علیل ہیں۔ خدا کرے کیفی صاحب اردو کے سر پر قائم و دائم رہیں۔

ساڑھے پانچ بجے یہ نشست ختم ہوئی اور انجمن کی جانب سے شرکت کرنے والے شعراء اور ادباء کے علاوہ جتنے ممبران پارلیمنٹ اور عمائدین شہر تشریف لائے تھے اُن کو عصرانہ دیا گیا۔

رات کو ساڑھے نو بجے دوسری نشست شری مہابیر تیاگی نائب وزیر مالیات (ہند) کی صدارت میں منعقد ہوئی اس میں تمام دہلی کے شعراء ادباء اور سرپرستان اردو حضرات کے علاوہ شری اجیت پرشاد جین وزیر بحالیات (ہند)، جناب شنکر پرشاد صاحب چیف کمشنر دہلی، لالہ شام ناتھ صدر میونسپل کمیٹی دہلی اور ممبران پارلیمنٹ نے شرکت فرمائی۔ بیرونی شعراء میں حضرت فراق گورکھپوری، جناب روش صدیقی مولانا انور صابری قابل ذکر ہیں۔

شری مہابیر تیاگی صدارتی تقریر میں

شری مہابیر تیاگی نے فرمایا کہ غالب صاحب کی شاعری زبان کا ایک ایسا گلدستہ ہے جس کو رنگ برنگ کے پھولوں نے بہت خوشنما اور دلفریب بنا دیا ہے، پھر انہوں نے فرمایا کہ انسان اور حیوان میں ہم صرف زبان کی وجہ سے فرق کرتے ہیں۔ اگر ہمارے پاس زبان نہ ہوتی تو ہم بھی مثل حیوان کے اشارے کرتے۔ حضرت غالب نے ہمیں ایک اچھی زبان دی اور شاعری میں جذبات کے اظہار کا طریقہ بتایا۔ انھوں نے نہ صرف زبان کو نکھارا بلکہ گل و بلبل کی زبان میں حقائق زندگی بھی سمجھائے اور اردو شاعری کو فلسفے کا نمونہ بھی عطا کیا۔ وہ ان چند لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اردو کو اپنے خون دل سے سینچا ہے، مجھے خوشی ہے کہ آج ہم سب مل کر اس بڑے شاعر کو یاد کر رہے ہیں جس نے ہمیں زبان کے بارے میں بہت سے قواعد و ضوابط سمجھائے۔

اس کے بعد مشاعرے کا افتتاح اقبال کی نظم "غالب" سے جناب جگن ناتھ آزاد نے کیا۔ گیارہ بجے تک شعراء نے اپنے غیر طرحی کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔ اور گیارہ بجے سے مشاعرہ نشر کیا گیا۔ ساڑھے بارہ بجے یہ نشست بخیر و خوبی ختم ہوئی۔

غالب کی تصویر کا پرچم اس شعر کے ساتھ چھپوا کر تمام شہر میں تقسیم کیا گیا۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
ایک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

دہلی

آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس کی مجلس عاملہ نے حسب ذیل قرارداد منظور کی ہے۔

تجویز نمبر ۳۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ فن طب کا پورا لٹریچر اور نصاب کی کتابیں ہندوستان کی زبانوں میں صرف اردو زبان میں پائی جاتی ہیں اور طب یونانی کی عمارت کی بنیاد اردو زبان کے اسی لٹریچر پر ہے اس لئے تمام اطباء یونانی کا یہ اخلاقی اور فنی فرض ہے کہ وہ اردو زبان کی ترویج و ترقی کی طرف بھی توجہ کریں۔ آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس کی ورکنگ کمیٹی کا یہ جلسہ ہندوستان کی مرکزی حکومت اور تمام صوبائی حکومتوں اور طبی بورڈوں سے بھی پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ حکومتیں اور بورڈ اردو زبان کو ہندوستان کی اور ہندوستان کے ہر صوبہ کی عام اور مشترکہ زبان تسلیم کریں۔ نیز یہ جلسہ ہندوستان کی تمام یونیورسٹیوں، کالجوں اور دارالعلوموں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ بھی اپنے اداروں میں اردو کو ایک اہم اور بنیادی مضمون کی حیثیت سے داخل کریں اور اس کی ترقی کی مناسب تدابیر اختیار کریں۔

بنارس

بنارس اردو علاقائی زبان کمیٹی کے سفیر مولانا وفاء الرحمن یکم فروری کی سہ پہر کو بنارس آئے اور اتارک ہوٹل میں قیام کیا۔

مولانا آتے ہی بنارس میں دستخطی مہم کو کامیاب بنانے کی کوششوں میں منہمک ہو گئے اور ماسٹر شیوناتھ، ظفر الاسلام، مسعود اختر جمال اور ماسٹر عبدالباری صاحبان کو ساتھ لیکر وفد کی شکل میں شہر کے معززین اور با اثر حضرات سے ملاقات کی۔

اس وفد نے شہر کے عمائدین کے سامنے یہ تحریک پیش کی کہ اردو کی دستخطی مہم کو کامیاب بنانے کے لئے ۴ فروری سے ۱۰ فروری تک اردو ہفتہ منایا جائے۔ اس تجویز کو ہر شخص نے پسند کیا اور اس پر سب متفق ہو گئے۔

شہر بنارس میں پارٹی بندی بہت زیادہ ہے لیکن اردو کی اس تحریک کے سلسلہ میں تقریباً سب پارٹیاں متحد ہو گئی ہیں۔

یہاں کا پریس اور اردو دوست عوام سب کے سب اس تحریک سے ہمدردی رکھتے ہیں اور ہر ممکن امداد اور تعاون کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ اور کام بہت زور شور سے شروع ہو گیا ہے۔

بھوپال

بھوپال اسمبلی میں آب پاشی کے بل پر بحث کے دوران میں فیصلہ دیا گیا کہ اسمبلی میں اردو میں بل پیش کئے جا سکتے ہیں اور اردو میں اسمبلی کی کارروائی ہو سکتی ہے۔ دستور کی وفاداری کا حوالہ دیتے ہوئے یہ اعتراض کیا گیا کہ چونکہ دستور میں ہندی کو سرکاری زبان تسلیم کیا گیا ہے لہذا اردو میں بل پیش کیا جانا جائز نہیں ہے اور یہ بات دستور سے وفاداری کے منافی ہے۔ آنریبل اسپیکر نے اس اعتراض کو مسترد کرتے ہوئے وضاحت کی کہ قانون کا انگریزی ترجمہ پاس کیا جائے گا۔ خواہ ہاؤس میں کسی بھی زبان میں پیش کیا جائے۔ جس حد تک اردو کے استعمال کا تعلق ہے اسپیکر صاحب نے کہا کہ دستور میں اس زبان کو علاقائی زبان تسلیم کیا گیا ہے لہذا اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

امروہہ

مسٹر پی۔ ڈی بھٹناگر ایم۔ اے، مولوی نسیم احمد صاحب فریدی، ماسٹر محمد احسان حسین صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو امروہہ نے تحصیل امروہہ اور شہر میں دستخطی مہم کا جائزہ لیا۔ جن مقامات پر سہواً دستخطوں کا کام نہیں ہو سکا تھا وہاں شروع کر دیا گیا۔

ماسٹر محمد احسان حسین صاحب نے امروہہ میں ایک جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے دستخطی مہم میں زیادہ سے زیادہ تعاون کے لئے عوام سے پرزور اپیل کی۔ مولوی نسیم احمد صاحب فریدی نے تائیدی تقریر کرتے ہوئے اردو کی اہمیت اور افادیت پر موثر انداز میں روشنی ڈالی۔

مسٹر پی۔ ڈی بھٹناگر نے جدو جہد اور سرگرمی عمل کا قابل تقلید نمونہ پیش کرتے ہوئے امروہہ تحصیل سے ایک لاکھ دستخط حاصل کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔

یاد رہے کہ امروہہ سے اب تک پچاس ہزار دستخط علاوہ ۴۰ ہزار نابالغوں کے حاصل کئے جا چکے ہیں۔

یوگوسلافیہ میں زبان کا مسئلہ
کسطرح حل کیا گیا

یوگوسلافیہ سے خیر اندیشی کا جو وفد آیا تھا اسکے رخصتی ڈنر میں ہندوستان کے وزیر خزانہ مسٹر دیش مکھ نے اسکو خدا حافظ کہا۔ یہ وفد ایک مہینہ سے ہندوستان میں تھا۔ مسٹر دیش مکھ نے یوگوسلافیہ اور ہندوستان کے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے اسکا بھی ذکر کیا کہ وہاں زبان کے مسئلہ کو کس طرح حل کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ:-

جس طریقہ سے یو گوسلافیہ نے زبان کے مسئلہ کو حل کیا ہے اس سے ہندستان بھی بہت کچھ سیکھ سکتا ہے ۔ اس ملک میں چار خاص زبانیں رائج ہیں اور دو زبانیں اقلیت کی ہیں ۔ یوگوسلافیہ کی حکومت نے ہر زبان کو پوری آزادی دی ہے اور ہر زبان میں درخواستیں دی جاسکتی ہیں اور انکا جواب بھی اسی زبان میں جاتا ہے ۔ اسکا نتیجہ یہہ ہے کہ ملک میں ہر شخص ایسی زبان کو سیکھنے کی کوشش کرتا ہے جسکو زیادہ لوگ جانتے ہوں اور اس طرح قومی زبان کے بنانے میں مدد ملتی ہے ۔

عجیب بات ہے کہ زبان کے مسئلہ کے اس پہلو پر جب کچھہ کہا جاتا ہے تو دوسرے ملکوں کی مثال کو تو قابل تقلید بتایا جاتا ہے لیکن خود اپنے ملک میں ان مثالوں کی تقلید کا خیال بھی نہیں آتا ۔

(ایک اردو والا)

باہتمام مرزا حسین منیجر نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے دفتر انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے شائع کیا ۔